تصور خلافت: مولانا ابوالکلام آزاد اور ڈاکٹر اسرار احمد کے افکار کا تقابلی جائزہ

The ideology of Khalafat : A comparative study of Moulana Abu-ul-Kalam Azad and Dr Israr Ahmad's thoughts

ڈاکٹر صاحبزادہ باز محمد[i] غلام جیلانی[ii]

Abstract

Islam is a religion of disposition that is why we call Islam "a complete code of life". Nature wants there must be universal truth that can fulfill the individual and collective needs of humans with the best possible ways. Whereas Islam calculates the code of life for a human there also Islam doesn't let humanity to strive and thrive in complete wilderness. Islam draws those particular political principals for rulers and subjects that are described as Khilafat. Islam also configures and formulates a comprehensive system of rights and obligations for ruler and his subjects. Khilafat is opposite of Western democracy where majority is authority whereas any legislation can be done by just adopting this rule but in Khilafat neither any law nor bill can be passed or even discussed which clearly against Quran and Sunnah, because according to Islamic belief, ultimate sovereignty only belongs to Allah the Almighty whereas a ruler is a vicegerents of Allah on earth and is responsible to make appropriate laws and provide all the needed administration and make arrangements for the people and he is also directly answerable to the subjects. In Islamic History we can see this example during the period of Khilafat-e-Rashida, and these are the two basic foundations of our ideology of Khilafat where upon this can be built in the modern world.

Keywords: *Khilafat, Dr Israr Ahmad, Moulana Abu-ul-Kalam Azad*

کرہ ارض پر انسانی زندگی کا دارومدار دوسرے انسانوں کے ساتھ تعامل پر موقوف ہے۔اسی تعامل کے نتیجے میں انسان نے انفرادی اور اجتماعی زندگی گزارنے کے کچھ طور طریقے بھی سیکھے ہیں۔اجتماعی زندگی کو معاشرتی اور معاشی ضرورتوں سے ہم آہنگ کرنے کے لیے انسان نے ریاست کا ادارہ بنایا

i ۔ چیرمین شعبہ علوم اسلامیہ، جامعہ بلوچستان کوئٹہ

ii ۔ ایم فل اسکالر شعبہ علوم اسلامیہ، جامعہ بلوچستان کوئٹہ

کہ جس میں افراد کچھ فرائض کے بدلے میں ریاست سے ایک عمرانی معاہدہ کر لیتے ہیں کہ جس کی رو سے ریاست کچھ ذمہ داریوں کی پابند ہو جاتی ہے کہ جن میں افراد اور انکے متعلقات کا تحفظ اور انکی فلاح و بہبود شامل ہے۔

اسلام چونکہ ایک ایسا دین ہے کہ جو فطرت کے قریب تر ہے اور انسانی فطرت کا تقاضا ہے کہ کوئی ایسی عالمگیر سچائی ہو کہ جو انسان کی کی ضرورتوں کی تکمیل احسن انداز میں کرے چاہے وہ ضرورتیں انفرادی زندگی سے متعلق ہوں یا ان کا ربط اجتماعی زندگی سے ہو۔ اسلام جہاں فرد کی انفرادی زندگی کا ایک لائحہ عمل ترتیب دیتا ہے وہیں انسان کو اجتماعی زندگی میں بھی شتر بے مہار کی طرح نہیں چھوڑتا۔ اسلام فرد اور ریاست کے درمیان ایک تعلق استوار کرتا ہے جسے اصطلاح میں خلافت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اسلام رعایا اور خلیفہ کے مابین حقوق و فرائض کا ایک جامع نظام بھی وضع کرتا ہے۔ خلافت حاکمیت کی ضد ہے۔ حاکمیت اعلیٰ صرف اللہ تعالیٰ کے لیے خاص ہے جبکہ خلیفہ اللہ تعالیٰ کا نائب ہوتا ہے اور حدود اللہ کے اندر رہتے ہوئے وہ عوام کے لیے مناسب قانون سازی اور انتظام و انتصرام کا تعین کرتا ہے اور براہ راست عوام کو جواب دہ ہوتا ہے۔ اسلامی تاریخ میں ایسی خلافت کا نمونہ خلافت راشدہ کی صورت میں دیکھا جا سکتا ہے۔ اور یہی ہمارے تصور خلافت کی وہ بنیادی اینٹیں ہیں کہ جن پر یہ عمارت جدید دور میں بھی بِنا کر سکتی ہے۔

لغوی و اصطلاحی معنی

"خلافت" عربی زبان کے مصادر میں سے ایک مصدر ہے جس کا مادہ "خلف" ہے۔ اور خلیفہ بھی اسی سے ماخوذ ہے۔ "خلافت" کے لغوی معنی نائب اور قائم مقام ہونے کے ہیں۔

امام راغب اصفہانی لکھتے ہیں:-

"والخِلافةُ النّيابة عن الغير إمّا لغيبة المنوب عنه، وإمّا لموته، وإمّا لعجزه، وإمّا لتشريف المستخلف. وعلى هذا الوجه الأخير استخلف الله أولياءه في الأرض، قال تعالى: هُوَ الَّذِي جَعَلَكُمْ خَلائِفَ فِي الْأَرْضِ" [1]

"خلافت دوسرے کی جانشینی ہے اس کی غیر موجودگی کی بنا پر یا اس کی موت کے سبب اس کے (معاملات کو سنبھالنے سے) عاجز ہونے کی بنا پر یا نائب بننے والے کو شرف دینے کی بنا پر۔ آخری وجہ کی بنیاد پر اللہ تعالیٰ نے اولیاء کو زمین میں جانشین بنایا ہے۔"

علامہ ابن خلدون لکھتے ہیں:-

" فهی فی الحقیقة خلافة عن صاحب الشرع فی حراسة الدین و سیاسة الدنیا به" [2]

"در حقیقت خلافت دین کی حفاظت کرنے اور اسکے ذریعے دنیوی امور کی تدبیر اور نظم و نسق کرنے میں صاحب شریعت کی نیابت اور جانشینی کا نام ہے"۔

قرآن کریم میں خلافت کی اصطلاح اپنی مختلف صورتوں میں ۱۴ مقامات پر مستعمل ہے۔ ارشاد باری تعالی ہے:

"وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا يَعْبُدُونَنِي لَا يُشْرِكُونَ بِي شَيْئًا وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذَلِكَ فَأُولَئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ "•[3]

"اللہ نے وعدہ فرمایا ہے تم میں سے ان لوگوں کے ساتھ جو ایمان لائیں اور نیک عمل کریں کہ وہ ان کو اسی طرح زمین میں خلیفہ بنائے گا جس طرح ان سے پہلے گزرے ہوئے لوگوں کو بنا چکا ہے۔ ان کے لیے ان کے اس دین کو مضبوط بنیادوں پر قائم کردے گا جسے اللہ تعالی نے ان کے حق میں پسند کیا ہے اور ان کی (موجودہ) حالتِ خوف کو امن سے بدل دے گا، پس وہ میری بندگی کریں اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں اور جو اس کے بعد کفر کرے تو ایسے ہی لوگ فاسق ہیں۔"

استخلاف فی الارض کی یہ قرآنی اصطلاح تقریباً اسی معنی میں سورۃ الاعراف میں استعمال ہوئی ہے :-

"قَالَ مُوسَى لِقَوْمِهِ اسْتَعِينُوا بِاللَّهِ وَاصْبِرُوا إِنَّ الْأَرْضَ لِلَّهِ يُورِثُهَا مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ • قَالُوا أُوذِينَا مِنْ قَبْلِ أَنْ تَأْتِيَنَا وَمِنْ بَعْدِ مَا جِئْتَنَا قَالَ عَسَى رَبُّكُمْ أَنْ يُهْلِكَ عَدُوَّكُمْ وَيَسْتَخْلِفَكُمْ فِي الْأَرْضِ فَيَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُونَ "۔[4]

"موسیٰؑ نے اپنی قوم سے کہا" اللہ سے مدد مانگو اور صبر کرو، زمین اللہ کی ہے، اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے اس کا وارث بنا دیتا ہے، اور آخر کامیابی انھی کے لیے ہے جو اس سے ڈرتے ہوئے کام کریں"۔ اس کی قوم کے لوگوں نے کہا" تیرے آنے سے پہلے بھی ہم ستائے جاتے تھے اور اب تیرے آنے پر بھی ستائے جا رہے ہیں"۔ اس نے جواب دیا:"قریب ہے وہ وقت کہ تمھارا رب تمھارے دشمن کو ہلاک کردے اور تم کو زمین میں خلیفہ بنائے پھر دیکھے کہ تم کیسے عمل کرتے ہو۔"

سورۃ الانعام میں اسی حوالے سے فرمایا گیا:-

"وَرَبُّكَ الْغَنِيُّ ذُو الرَّحْمَةِ إِنْ يَشَأْ يُذْهِبْكُمْ وَيَسْتَخْلِفْ مِنْ بَعْدِكُمْ مَا يَشَاءُ كَمَا أَنْشَأَكُمْ مِنْ ذُرِّيَّةِ قَوْمٍ آخَرِينَ "[5]

"تمھارا رب بے نیاز ہے اور مہربانی اس کا شیوہ ہے اگر وہ چاہے تو تم لوگوں کو لے جائے اور تمھاری جگہ دوسرے، جن کو چاہے، لے آئے جس طرح اس نے تمھیں کچھ اور لوگوں کی نسل سے اٹھایا ہے۔"

خلافت کی شرعی حیثیت

اسلام میں اجتماعی عبادات جیسے نماز، جنازہ، حج اور عیدین کی ادائیگی میں امام کا ہونا لازم قرار دیا گیا ہے اسی طرح یہ کیونکر ممکن ہو سکتا ہے کہ اسلام امر بالمعروف و نہی عن المنکر، معاشی و سماجی معاملات، عدالتی و قانونی معاملات اور ریاستی و حکومتی امور میں کسی کو نگران مقرر نہ کرے؟ دین اسلام مسلمانوں کو خلیفہ یا امام کی بیعت سے کنارہ کشی اختیار کرنے کی اجازت نہیں دیتا یہ چیز اس قدر اہمیت کی حامل ہے کہ صحابہ کرامؓ آپ ﷺ کی تجہیز و تکفین سے بھی پہلے خلافت کے کام کی طرف متوجہ ہوئے۔ کسی خلیفہ کی عدم موجودگی میں نظام زکوٰۃ اور جہاد وغیرہ کی تکمیل ممکن ہی نہیں ہو سکتی۔ قرآن مجید میں اللہ تعالی کا ارشاد ہے:-

"الَّذِينَ إِنْ مَكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ وَأَمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ " [6]

"یہ وہ لوگ ہیں اگر ہم انہیں زمین میں اقتدار دیں تو یہ نماز قائم کریں گے، زکواۃ ادا کریں گے، نیکی کا حکم دیں گے اور برائی سے روکیں گے۔"

دوسری جگہ اطاعت امیر کا ذکر ہے:-

"يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ" [7]

"اے ایمان والو اللہ اور اسکے رسول کی اطاعت کرو اور ان لوگوں کی جو تم میں اولوالامر ہوں۔"

اس آیت کریمہ کے شان نزول کو سمجھنے کے لیے سیدنا ابن عباسؓ سے مروی اس حدیث سے مدد مل سکتی ہے :-

"عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الأَمْرِ مِنْكُمْ" قَالَ: "نَزَلَتْ فِي عَبْدِ اللَّهِ بْنِ حُذَافَةَ بْنِ قَيْسِ بْنِ عَدِيٍّ، إِذْ بَعَثَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَرِيَّةٍ". [8]

آیت " أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الأَمْرِ مِنْكُمْ" (ترجمہ) "اللہ کی اطاعت کرو اور رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اور اپنے میں سے حاکموں کی"۔ یہ آیت عبداللہ بن حذافہ بن قیس بن عدی (رضی اللہ عنہ) کے بارے میں نازل ہوئی تھی۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ایک سریہ پر بھیجا تھا۔ "

بخاری شریف میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد مبارک ہے:-

"مَنْ كَرِهَ مِنْ أَمِيرِهِ شَيْئًا فَلْيَصْبِرْ، فَإِنَّهُ مَنْ خَرَجَ مِنَ السُّلْطَانِ شِبْرًا مَاتَ مِيتَةً جَاهِلِيَّةً " [9]

"جو شخص اپنے امیر میں کوئی ناپسند بات دیکھے تو صبر کرے، (خلیفہ) کی اطاعت سے اگر کوئی بالشت بھر بھی باہر نکلا تو اس کی موت جاہلیت کی موت ہو گی۔"

اطاعت امیر یا خلیفہ کے بارے میں ارشاد فرمایا:

"السَّمْعُ وَالطَّاعَةُ عَلَى الْمَرْءِ الْمُسْلِمِ فِيمَا أَحَبَّ وَكَرِهَ مَا لَمْ يُؤْمَرْ بِمَعْصِيَةٍ، فَإِذَا أُمِرَ بِمَعْصِيَةٍ فَلَا سَمْعَ وَلَا طَاعَةَ" [10]

"مسلمان کے لیے امیر کی بات سننا اور اس کی اطاعت کرنا ضروری ہے، ان چیزوں میں بھی جنہیں وہ پسند کرے اور ان میں بھی جنہیں وہ ناپسند کرے، جب تک اسے معصیت کا حکم نہ دیا جائے۔ پھر جب اسے معصیت کا حکم دیا جائے تو نہ سننا باقی رہتا ہے نہ اطاعت کرنا۔"

"مَنْ أَطَاعَنِي فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ، وَمَنْ عَصَانِي فَقَدْ عَصَى اللَّهَ، وَمَنْ يُطِعِ الْأَمِيرَ فَقَدْ أَطَاعَنِي، وَمَنْ يَعْصِ الْأَمِيرَ فَقَدْ عَصَانِي وَإِنَّمَا الْإِمَامُ جُنَّةٌ يُقَاتَلُ مِنْ وَرَائِهِ وَيُتَّقَى بِهِ، فَإِنْ أَمَرَ بِتَقْوَى اللَّهِ وَعَدَلَ، فَإِنَّ لَهُ بِذَلِكَ أَجْرًا، وَإِنْ قَالَ بِغَيْرِهِ، فَإِنَّ عَلَيْهِ مِنْهُ۔" [11]

"جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی اور جس نے امیر کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی اور جس نے امیر کی نافرمانی کی، اس نے میری نافرمانی کی۔ امام کی مثال ڈھال جیسی ہے کہ اس کے پیچھے رہ کر اس کی آڑ میں (یعنی اس کے ساتھ ہو کر) جنگ کی جاتی ہے۔ اور اسی کے ذریعہ (دشمن کے حملہ سے) بچا جاتا ہے، پس اگر امام تمہیں اللہ سے ڈرتے رہنے کا حکم دے اور انصاف کرے اس کا ثواب اسے ملے گا، لیکن اگر بے انصافی کرے گا تو اس کا وبال اس پر ہو گا۔"

"عَنْ أَنَسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: اسْمَعُوا وَأَطِيعُوا، وَإِنِ اسْتُعْمِلَ حَبَشِيٌّ كَأَنَّ رَأْسَهُ زَبِيبَةٌ" [12]

"(اپنے حاکم کی) سنو اور اطاعت کرو، خواہ ایک ایسا حبشی (غلام تم پر) کیوں نہ حاکم بنا دیا جائے جس کا سر سوکھے ہوئے انگور کے برابر ہو۔"

مندرجہ بالا احادیث سے خلافت اور اطاعت امیر کی شرعی حیثیت واضح ہو جاتی ہے۔

مولانا ابوالکلام آزاد کا تصور خلافت

مولانا ابوالکلام آزاد (پیدائش ۱۸۸۸ء، وفات ۱۹۵۸ء) متحدہ ہندوستان کے نمایاں مسلم رہنما تھے۔ آپ ایک بلند پایہ عالم، مفسر، صاحب طرز ادیب، صحافی اور بہترین خطیب تھے۔ آپ برصغیر میں مسلم نشاۃ ثانیہ کے حوالے سے ایک بڑا نام ہیں ۔ خلافت عثمانیہ کے سقوط کے وقت تحریک خلافت میں مستعدی سے حصہ لیا اور اس پاداش میں نظربندی اور اسیری کی صعوبتیں برداشت کیں۔ ان کی زندگی کا ایک حصہ برصغیر کے مسلمانوں کی بیداری اور حریت کی تحریک میں گزرا ہے۔ مولانا ابوالکلام آزاد کا دور انگریزی جبر واستبداد کا دور تھا۔ خلافت اسلامیہ کا نشان عثمانی خلافت کی صورت میں زوال پذیر تھا۔ اور مسلمانوں کا اجتماعی نظم کہ جو قرون اولی سے کسی نہ کسی شکل میں تسلسل سے چلا آ رہا تھا اب وہ تباہی کے دہانے کھڑا تھا۔ ایسے میں ہندوستان میں خلافت عثمانیہ کو بچانے کے لیے مسلمانوں نے "تحریک خلافت" شروع کی کہ جس کی اثر پذیری اس قدر تھی کہ آل انڈیا نیشنل کانگریس بھی مسلمانوں کے اس مطالبے میں ساتھ کھڑی نظر آئی۔ مسلمانوں نے اس تحریک کی وجہ سے کافی جانی اور مالی نقصان برداشت کیا۔ اس پس منظر میں مولانا ابوالکلام آزاد تحریک خلافت میں ایک اہم رہنما کے طور پر ابھرے اور اپنی تحریر و تقریر کے ذریعے "خلافت" کی اہمیت وضرورت کو اجاگر کیا۔ مولانا ابوالکلام آزاد کے خلافتی نظریات کا پس منظر "تحریک خلافت" کی جدوجہد سے ہی کشید ہوتا نظر آتا ہے۔

خلافت کا مقصد

قرآن حکیم اس (خلافت) کو سب سے بڑی نعمت قرار دیتا ہے جو اچھے یقین اور اچھے کاموں کے بدلے اقوام عالم کو دنیا میں مل سکتی ہے۔ قرآن کے نزدیک اس خلافت ارضی کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ کائنات میں بنی نوع انسان کی ہدایت وسعادت کیلئے ایک مخصوص اہلیت کی حامل قوم اور اس کی حکومت قائم ہو۔ وہ اللہ کی عدالت کو دنیا میں قائم ونافذ کرے، ظلم وجبر اور ضلالت وگمراہی سے اسکی زمین پاک ہو جائے، ایک عام امن و سکون اور راحت وطمانیت دنیا میں پھیل جائے اور اللہ کا وہ ہمہ گیر قانون عدل جو تمام کائنات ہستی میں سورج سے لیکر زمین کے ذرات تک نافذ وقائم ہے اور جس کو قرآن عربی زبان میں صراط مستقیم کے لفظ سے تعبیر کرتا ہے وہ زمین کے گوشے گوشے اور چپے چپے میں جاری وساری ہو کر کرہ ارضی کو سعادت وامنیت کی ایک بہشت زار بنادے۔[13]

اجتماعیت

"اسی طرح نماز کی جماعت کی نسبت ہر حال میں التزام پر زور دینا اور اگرچہ امام نااہل ہو لیکن سعی قیام اہل کیساتھ التزام جماعت کو بھی جاری رکھنا ہے۔ تو اس میں بھی یہی حقیقت مضمر ہے کہ زندگی درحقیقت جماعتی زندگی ہے انفراد وفرقت ہر حال میں بربادی وہلاکت ہے۔ بس جماعت سے کسی حال میں باہر نہ ہونا چاہیئے۔"[14]

خلیفہ کا طریق انتخاب

"اسلام نے اس بارے میں نظام عمل یہ قائم کیا تھا کہ انتخاب کا حق امت کو ہے اور طریق انتخاب جمہوری تھا نا کہ شخصی و نسلی۔ یعنی قوم اور قوم کی صاحب الرائے جماعت (اہل حل و عقد) کو شرائط و مقاصد خلافت کے مطابق اپنا خلیفہ منتخب کرنا چاہیئے۔ حکم "وَأَمْرُهُمْ شُورَىٰ بَيْنَهُمْ" [15] (ترجمہ) "اور ان کے معاملات آپس کے مشورے سے طے ہوتے ہیں۔ " مزید لکھتے ہیں:- "بنیاد تمام امور کی شرعاً شوریٰ یعنی باہمی مشورہ ہے نہ کہ نسل و خاندان۔" [16]

خلافت راشدہ کا عمل اسی نظام پر تھا۔ خلیفہ اوّل کا انتخاب عام جماعت میں ہوا۔ خلیفہ دوئم کو خلیفہ اوّل نے نامزد کیا اور اہل حل و عقد نے منظور کیا۔ خلیفہ سوم کا انتخاب جماعت شوری نے کیا۔ خلیفہ چہارم کے حق پر خود تمام جماعت نے بیعت کی۔ نسل، خاندان، ولی عہدی کو اس میں کوئی دخل نہ تھا۔ اگر دخل ہوتا تو ظاہر ہے خلافت خلیفہ اوّل کے خاندان میں آجاتی یا دوم سوم کے خاندان میں مگر ایسا نہیں ہوا۔ خلیفہ دوم نے تو قوم بھی اسکا موقع نہ دیا کہ ان کے لڑکے کو خلیفہ منتخب کرے اور وصیت کر دی کہ وہ کسی طرح منتخب نہیں ہو سکتا۔ [17]

شرط قرشیت

خلافت کی جملہ شرائط میں سے ایک شرط خلیفہ کا قریشی ہونا بھی روایات میں آیا ہے اور جمہور علمائے اسلام کا اس معاملے میں اتفاق رہا ہے۔ مولانا ابوالکلام آزاد نے شرط قرشیت کے عدم وجوب کا مسلک اپنایا ہے اور دلائل اور تاریخی واقعات کے تناظر میں اسے درست تسلیم کرنے سے انکار کیا ہے۔ لکھتے ہیں :-

اسلام نے خلافت کو نہ کسی قوم میں مخصوص کیا ہے نہ کسی خاندان میں۔ اسلام جو اس طرح کی تمام قومی و نسلی امتیازات مٹانے اور ہمیشہ کیلئے صرف انسانیت کی بے قید و عام عظمت کو قائم کر دینے اور ''عمل'' کے قانون الہی کے آخری اعلان کیلئے آیا تھا اسکے نام سے ساری باتیں مان لی جاسکتی ہیں لیکن انکا وہم و گمان بھی نہیں کیا جاسکتا کہ اس نے خاندان و نسل کا کوئی امتیاز تسلیم کیا ہو یہ کیونکر ممکن ہے کہ امتیاز نسب کے جس بت کو خود اس نے توڑا ہو، انہی ٹکڑوں کو پھر جوڑ کر از سر نو ایک نیابت خانہ قائم کر جائے؟ [18]

شرط قرشیت کے باب میں جو احادیث بیان ہوئی ہیں مولانا ان کو دو اقسام میں تقسیم کرتے ہیں:-

شارع کے بیانات انسان کی عام بول چال کی طرح مختلف قسموں کے واقع ہوئے ہیں از انجملہ ایک صورت احکام و اوامر اور تشریع کی ہے۔ یعنی بحثیت شرع و دین کے کوئی حکم دینا اور قانون ٹھہرا دینا۔ دوسری صورت اخبار و اطلاعات کی ہے۔ یہ دوسری صورت بھی مجرد بیان

واقعہ و حال ہے اور آئندہ کی نسبت سے ہے تو پیشن گوئی ہے۔ حکم اور تشریع نہیں ہے۔یعنی صرف ایک خبر ہے کہ ایسا ہو گا یہ نہیں ہے کہ ایسا کرنا چاہیے۔قریش کی خلافت کی نسبت جس قدر روایات موجود ہیں سب دوسری قسم میں شامل ہیں نہ کہ پہلی قسم میں۔اور جب اس حدیث کے تمام طریقوں اور لفظوں کو جمع کر کے دیکھا جائے تو بلا کسی اضطراب کے یہ حقیقت روشن ہو جاتی ہے۔[19]

قائم خلافت کے خلاف خروج کرنے والوں کا حکم

اگر مسلمان ایک خلیفہ کو منتخب کر لیتے ہیں اور اس کی بیعت ہو جاتی ہے اور دوسرا کوئی مدعی خلافت کھڑا ہو جائے تو اسکا حکم یہ ہے کہ وہ باغی ہے اسے قتل کر دو۔اسکی زندگی تمام امت کے نظم وامن کیلئے فتنہ ہے وہ امت میں پھوٹ ڈالنا اور جمے ہوئے نظام کو درہم برہم کر دینا چاہتا ہے۔ " وَالْفِتْنَةُ أَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ" [20]

"عَنْ عَرْفَجَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: «مَنْ أَتَاكُمْ وَأَمْرُكُمْ جَمِيعٌ عَلَى رَجُلٍ وَاحِدٍ، يُرِيدُ أَنْ يَشُقَّ عَصَاكُمْ، أَوْ يُفَرِّقَ جَمَاعَتَكُمْ، فَاقْتُلُوهُ»"[21]

اسی لیے جمہور اہل اسلام نے اتفاق کیا کہ خلیفہ خود اہل ہو نہ یا نہ ہو لیکن اگر اسکی حکومت قائم ہے تو جو اس پر خروج کرے اس کا حکم باغی کا ہو گا اگرچہ کتنا ہی افضل اور جامع الشروط ہو۔اس باغی سے لڑنا اور اسکی جماعت کا قتال جائز ہے۔بشرطیکہ تبلیغ اور دفع شکوک کے بعد بھی باز نہ آئے۔ایک گروہ علماء نے کہا کہ نہ صرف جائز ہے بلکہ بہ حکم فَقَاتِلُوا الَّتِي تَبْغِي [22] واجب ہے۔[23]

ڈاکٹر اسرار احمد کا نظریہ خلافت

ڈاکٹر اسرار احمد (پیدائش ۱۹۳۲ء ،وفات ۲۰۱۰ء) عصر حاضر کے ایک پاکستانی اسکالر تھے۔آپ ایک بلند پایہ مفسر، مبلغ اور خطیب تھے۔ آپ تنظیم اسلامی کے بانی تھے۔ آپ نے سو سے زیادہ کتابیں تصنیف کیں۔ عالمی سطح پر آپ کی تبلیغی خدمات آڈیو اور ویڈیو لیکچرز کی صورت میں موجود ہیں۔ایک زمانے میں جنرل ضیاء الحق کی مجلس شوری کے رکن بھی رہے۔ آپ کا نام ان نمایاں شخصیات میں سے ہے کہ جنھوں نے اپنی زندگی کا ایک بڑا حصہ اقامت دین کی خاطر جہد وجہد کرتے ہوئے گزارا ہے۔ڈاکٹر اسرار احمد ان داعیان اسلام میں سے ہیں کہ جو اسلام کو بطور دین مسلمانوں کے مسائل کا علاج سمجھتے ہیں۔ان کے ہاں خلافت کا تصور وسیع مفہوم کا حامل ہے۔اور اس تصور میں جہاں روایت سے رشتہ مضبوط نظر آتا ہے

وہیں جدید تمدنی مسائل سے چشم پوشی بھی نہیں ہے۔ڈاکٹر اسرار احمد نے نظام خلافت کے قیام کی خاطر تحریک خلافت قائم کر کے اس نظام کے نفاذ کے لیے طویل جہد وجہد بھی کی۔

حاکمیت بمقابلہ خلافت

"سب سے پہلی چیز حاکمیت انسانی کی کلی نفی ہے۔یہ سب سے بڑا، سب سے عظیم انقلابی نظریہ ہے جس تک انسان کا اپنا ذہن رسائی کر ہی نہیں سکتا۔اس کا علم صرف وحی الٰہی کے ذریعے ہی سے حاصل ہونا ممکن ہے اس بات کو پہلے بھی مشرکین نے مانا ہے اور آج بھی اسے تسلیم کرتے ہیں کہ کل کائنات کی تکوینی حاکمیت صرف اللہ کی ہے لیکن توحید کا تقاضا یہ ہے کہ دنیا میں تشریعی حاکمیت مطلقہ بھی صرف اللہ کیلئے ہو۔" [24]

"إِنِ الْحُكْمُ إِلَّا لِلَّهِ [25]۔"

تصور امانت

ڈاکٹر اسرار احمد تصور ملکیت کو تصور خلافت کا ہی ایک جزو قرار دیتے ہیں۔اس بابت ان کے نظریہ کا خلاصہ یہ ہے کہ جیسے حاکمیت کے باب میں حاکمیت کے بجائے خلافت ہے ویسے ہی ملکیت کے ضمن میں ملکیت کے بجائے امانت ہے۔جو کچھ انسان کے پاس ہے اس کے حصول پر بھی قدغنیں ہوں گی۔ناجائز طریقے سے حاصل کرلے گا تو ضبط کر لیا جائے گا اور تادیب کا سزاوار ٹھہرے گا لیکن انسان جائز طریقے سے جو کچھ حاصل کرے گا تو وہ اس انسان کے پاس اللہ کی ایک امانت ہے۔اس میں تصرف بھی صرف جائز طریقے سے کیا جا سکے گا، ناجائز طریقے سے تصرف ہو گا تو تصرف کا اختیار بھی ساقط ہو جائے گا۔[26]

کامل معاشرتی مساوات کا تصور

ڈاکٹر اسرار احمد کے نزدیک اسلامی نظام خلافت میں کامل انسانی مساوات کا تصور کارفرما ہو گا۔تمام انسان برابر سمجھے جائیں گے نہ کوئی اونچا ہو گا اور نہ کوئی نیچا، کوئی سید اونچا اور کوئی مصلی نیچا نہیں ہو گا۔ایسے تمام تصورات کو ختم کرنا ہو گا، نکالنا ہو گا، ان کی جڑیں کھودنا ہوں گی اس لئے کہ اسلام میں اونچ اور نیچ کا کوئی تصور موجود نہیں۔اسی طرح قانون کی نظر میں سب لوگ برابر ہوں گے۔البتہ مسلم اور غیر مسلم کا فرق صرف انتظامی ضرورت کے تحت ہو گا کیونکہ نظام خلافت چلانے کی ذمہ داری صرف مسلمانوں کی ہے۔[27]

انقلاب کے مراحل

ڈاکٹر اسرار احمد تصور خلافت کی عملی تنفیذ کو انقلاب کے چھ مراحل میں بیان کرتے ہیں۔اور اس کا ماخذ سیرت نبوی ﷺ کو قرار دیتے ہیں۔ان مراحل میں سب سے پہلا مرحلہ دعوت یا انقلابی نظریہ، دوسرا مرحلہ تنظیم، تیسرا مرحلہ تربیت، چوتھا صبر محض، پانچواں مرحلہ راست اقدام اور چھٹا مرحلہ مسلح تصادم کا ہے۔ [28]

خلیفہ کا براہ راست انتخاب

خلیفہ کے تقرر کے حوالے سے ڈاکٹر اسرار احمد فرماتے ہیں:

"خلیفہ کے تقرر کیلئے انتخابات کا طریقہ بھی اختیار کیا جا سکتا ہے مگر الیکشن کے نظام کو اسلامی ریاست میں کچھ حدود و قیود کا پابند کرنا ہوگا۔خلیفہ کا انتخاب بلاواسطہ یعنی براہ راست مسلمان رعایا کے ووٹوں سے ہوگا اور اسے پارلیمنٹ یا کانگریس کی اکثریت کا محتاج نہیں بنایا جائے گا بلکہ موجودہ دنیا کے معروف صدارتی نظام کی مانند ایک متعین مدت کیلئے وسیع انتظامی اختیارات دیے جائیں گے۔" [29]

صدارتی نظام یا پارلیمانی نظام

"خلافت راشدہ کے نظام کی تعبیر جب ہم آج کل کے تصورات کی روشنی میں کریں گے تو وہ پارلیمانی نہیں بلکہ صدارتی نظام سے قریب تر اور وفاقی نہیں بلکہ وحدانی طرز حکومت کا حامل تھا۔بہر حال اس میں کوئی چیز ہم پر نہ تو فرض کے درجے میں ہے اور نہ ہی ممنوع۔اسطرح کے معاملات پر ہمیں غور کرنا چاہیئے کہ اس ملک کے حالات، عوام کی بہبود اور مصالح اور ہمارے دین کے تقاضوں کے اعتبار سے کون سا نظام بہتر ہے۔" [30]

دونوں شخصیات کے افکار کا تقابلی جائزہ

تصور خلافت کے مفہوم کی تعریف میں دونوں شخصیات روایت سے جڑی ہوئی ہیں اور اپنے اپنے مفاہیم کو قرآن و سنت کے استدلالات سے مزین کرتی ہیں۔جدید نیشن سٹیٹ کے خاکے میں تصور خلافت کا رنگ بھرنے میں ڈاکٹر اسرار احمد کا کام نمایاں اہمیت کا حامل ہے جبکہ اس باب میں مولانا ابوالکلام آزاد کا کام تھوڑا مختلف اور عملی کے بجائے علمی اور فکری بنیادوں پر استوار دکھائی دیتا ہے۔

شرائط امامت

شرائط خلافت میں دونوں کے ہاں زیادہ اختلاف نہیں البتہ مولانا ابوالکلام آزاد شرط قرشیت کے باب میں جمہور سے الگ موقف رکھتے ہیں۔ اور انھوں نے شرط قرشیت کے اثبات میں آنے والی متفرق احادیث سے قرشیت کے عدم وجوب کا استدلال اتنی خوبصورتی سے کیا ہے کہ سارا مسئلہ بے غبار ہو جاتا ہے۔

مولانا آزاد کے افکار کی روشنی میں خلیفہ ان اوصاف کا حامل ہونا چاہیے۔یعنی خلیفہ مسلمان ہو، مرد ہو، عاقل و بالغ ہو، صاحب رائے و نظر ہو، آزاد ہو، تدبیر و انتظام کی کماحقہ قوت رکھتا ہو، احکام شریعت کی حفاظت کی قدرت رکھتا ہو، احکام شریعت کے جاری کرنے اور نافذ کرنے اور اسلامی ممالک کی کماحقہ حفاظت اور دشمنوں سے ان کی روک تھام کیلئے جس قدر علمی و عملی قوتوں کی ضرورت ہے وہ سب خصوصیات اس میں موجود ہوں، متبع شریعت اور عادل و منصف ہو، شجاعت و ہمت اور شوکت و صولت کا حامل ہو اور خلافت کی حرص و ہوس نہ رکھتا ہو۔

ڈاکٹر اسرار احمد کے بیانات اور تصنیفات سے ہمیں یہ بات پتہ چلتی ہے کہ انھوں نے عمومی طور پر خلیفہ کے لئے کوئی مخصوص شرائط بیان نہیں کی ہیں۔ جیسے کہ شرط قرشیت کے حوالے سے وہ سکوت اختیار کرتے ہیں۔ البتہ ڈاکٹر اسرار احمد صاحب اسلامی نظام خلافت میں عورت کی حاکمیت کے قائل نہیں ہیں اور اس ضمن میں وہ اسلام کے روایتی نظریے سے مضبوطی سے جڑے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔اس حوالے سے وہ رقمطراز ہیں:-

"رہا اس پورے نقشے میں خواتین کی شرکت اور شمولیت کا سوال تو اس سلسلے میں یہ امر قطعی طور پر طے ہو گا کہ کوئی عورت خلافت کے منصب پر فائز نہ ہو سکے گی۔ اس لئے کہ یہ اگرچہ حرام مطلق تو نہیں ہے، لیکن مکروہ تحریمی کی حد تک ناپسندیدہ ضرور ہے۔اس طرح یہ رائے بھی پہلے ہی دی جا چکی ہے کہ جہاں خلیفہ اور ارکان شوری کی رکنیت کا معاملہ ہے، خواتین کو بھی رائے دہی کا حق حاصل ہو گا۔البتہ مجلس شوری کا معاملہ اس کے بین بین ہے کہ اگر ان کی مجلس شوری میں شرکت کی گنجائش رکھی گئی ہے، تب بھی ان کے لئے ستر و حجاب کے شرعی احکام کی پابندی لازم ہو گی۔"[31]

مسلح جدوجہد

مسئلہ خلافت قرون اولی ہی سے اپنی کچھ جزئیات کے ساتھ موضوع بحث بنا ہوا ہے۔ مختلف زمانوں میں بہت سارے گروہ اپنی اپنی تشریحات کے دعوے کے ساتھ اٹھے اور مسلمانوں کے باہمی نزاع کا سبب بنے اور خلافت کے نام پر کشت و خون کا یہ سلسلہ مسلم خطوں میں تاحال بھی جاری ہے۔ اسلام امن و سلامتی اور عدل اجتماعی کا دین ہے اور اپنے پیروکاروں کو زندگی کے ہر شعبہ میں رہنمائی فراہم کرتا ہے۔ اسلام کیونکر اپنے ماننے والوں کو کسی نازک معاملے پر شتر بے مہار کی طرح چھوڑ سکتا ہے۔ اسلامی شریعت کا اصل الاصول جلب مصالح اور دفع مفاسد ہے۔یعنی ہمیشہ فوائد

حاصل کرنا اور مفاسد کو دور کرنا اور جب مصالح کیساتھ مفاسد بھی جمع ہو جائیں تو جس راہ میں مصالح زیادہ ہوں اور خرابیاں کم ہوں اس راہ کو اختیار کرنا شریعت مطہرہ کی منشا ٹھہرتا ہے۔

مولانا ابوالکلام آزاد خلافت کے معاملے پر مسلح جدوجہد کا شدومد سے انکار کرتے ہیں۔ اگرچہ انھوں نے حزب اللہ اور ریشمی رومال کی تحریکوں کے وقت مسلح مزاحمت کا ڈول ڈالا مگر یہاں معاملہ انعقاد خلافت سے زیادہ انگریزی تسلط سے آزادی کا حصول تھا۔ مولانا ابوالکلام آزاد کے افکار سے یہ بات ملتی ہے کہ جب ایک خلیفہ کی خلافت قائم ہو جائے تو اس کے خلاف خروج یا بغاوت کا علم بلند کرنا صرف اس بنیاد پر درست نہیں کہ خلیفہ جامع الشروط نہیں ہے یا خلیفہ کے انتخاب میں کوئی گڑبڑ ہوئی ہے کیونکہ اس طرح مسلمانوں کے درمیان ایک نہ رکنے والی خانہ جنگی شروع ہو جائے گی اور ہر کوئی اپنے جامع الشروط ہونے کا دعوی کر کے مسلح جدوجہد شروع کر دے گا۔ جس کا بالآخر نتیجہ یہ نکلے گا کہ مسلمانوں کا نقصان عظیم ہوگا اور یہ شریعت کی منشا کی صریحا خلاف ورزی ہوگی۔

ڈاکٹر اسرار احمد خلافت کی جدوجہد کو چھ مراحل میں بیان کرتے ہیں اور ان میں آخری مرحلہ مسلح تصادم کا لکھتے ہیں کہ جس میں مسلح جدوجہد اور جسمانی ٹکراؤ لازمی ہو جاتا ہے۔ ڈاکٹر اسرار احمد لکھتے ہیں:-

"جب تک وہ انقلابی جماعت اقدام نہیں کر رہی تھی یعنی ماریں کھا رہی تھی اور ہاتھ بھی نہیں اٹھا رہی تھی تو اور بات تھی۔ اب اگر اس جماعت نے بھی ہاتھ اٹھا لیا تو وہ نظام پوری طاقت اور قوت کیساتھ حملہ آور ہوگا اور یہ ہے آخری مرحلہ جس کے بعد جسمانی ٹکراؤ لامحالہ ہو کر رہتا ہے۔ اگر پہلے پانچ مراحل صحیح طور پر طے ہوئے ہوں تو انقلابی جماعت کامیاب ہو جائے گی۔ انقلاب وقوع پذیر ہو جائے گا اور اس انقلابی نظریہ کے مطابق نظام یکسر تبدیل ہو جائے گا۔ ورنہ اسے یکسر کچل کر رکھ دیا جائے گا۔" [32]

ڈاکٹر اسرار احمد کا مذکورہ بالا موقف فکری حد تک ہی ہے۔ جدید زمانے میں وہ اس کا انطباق کچھ اس طریقے سے کرتے ہیں کہ نظام تبدیل کروانے کی خاطر رائج الوقت طریقوں جیسے پر امن مظاہروں، ہڑتالوں اور دھرنوں کے ذریعے انقلاب کا راستہ ہموار کیا جائے اور اس خاص معاملے میں یہ پالیسی اختیار کی جائے گی کہ ہم قتل تو ہو سکتے ہیں لیکن کسی کو اس تصادم میں قتل نہیں کیا جائے گا اور مسلمانوں کی جان اور املاک کی حفاظت کو ترجیح دی جائے گی۔ اس سلسلے میں وہ رقمطراز ہیں:-

"کوئی بھی انقلابی تحریک جب اس مرحلے میں داخل ہو جائے گی تو اس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ باطل نظام اس کے راستے میں مزاحم ہوگا۔ اب اس جماعت کے کارکنوں پر گولیاں برسائی جائیں گی، ان کو جیلوں میں ٹھونسا جائے گا، لیکن یہ سارا تشدد یک طرفہ ہوگا دو طرفہ نہیں.... اسلامی تحریک کے کارکن کسی کو قتل نہیں کریں گے بلکہ خود قتل ہونے کیلئے تیار ہونگے۔" [33]

ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں:-

"اس تنظیم کے وابستگان ساری تکلیفیں اپنے اوپر جھیلنے کے لیے تیار ہوں گے۔ ساری مصیبتیں خود برداشت کریں گے۔۔۔ اگر یہ معاملہ ہو جائے اور یہ مرحلہ آجائے تو یہ بات جان لیجئے کہ آخر کب تک اس ملک کی مسلمان پولیس ان پر لاٹھیاں برسائے گی... یہ بات بھی جان لیجئے کہ کوئی جابر سے جابر حکمران بھی ایک حد سے آگے نہیں جا سکتا، جب ایک منظم انقلابی جماعت راہ حق میں جان دینے کے لئے آمادہ ہو جائے تو اسے ملک کے عوام کی اتنی اخلاقی اور عملی حمایت حاصل ہو جاتی ہے کہ پھر اسے کچلنا اور ختم کر دینا آسان نہیں رہتا.... اور کوئی طاقت ایسے جانبازوں اور سرفروشوں کا راستہ نہیں روک سکتی۔ "[34]

نتیجہ بحث

مولانا ابوالکلام آزاد کے تصور خلافت کے اہم نکات مندرجہ ذیل ہیں:-

☆ مولانا ابوالکلام آزاد کے تصور خلافت کے نظریات کا پس منظر خلافت عثمانیہ کے زوال کی کیفیت تھی۔

☆ اسلام اجتماعیت کا داعی ہے اور صیغہ سلام سے لیکر حج تک کی عبادات میں اس کا التزام اس کی حقیقت کی وضاحت کے لیے کافی ہے۔

☆ خلیفہ کے انتخاب کا حق جمہور امت کو ہے۔ اگر خلیفہ جامع الشروط نہ بھی ہو تو اس کی اطاعت سے روگردانی نہین کی جاسکتی۔

☆ خلیفہ کا قریشی ہونا لازم نہیں ہے اور اس باب میں آنے والی احادیث کا حکم امر و تشریع کے بجائے اخبار و اطلاعات کا ہے۔

☆ قائم خلافت کے خلاف خروج کرنے والا باغی ہے اور امت میں فتنہ پھیلانے والا ہے اس کا قتل جائز ہے۔

ڈاکٹر اسرار احمد کے تصور خلافت کے اہم نکات مندرجہ ذیل ہیں:-

☆ ڈاکٹر اسرار احمد کے تصور خلافت کا پس منظر پاکستان میں خلافت راشدہ کے نظام کے نفاذ کے لیے کی گئی انکی اپنی کوششیں اور مساعی ہیں۔

☆ عقیدہ توحید کا تقاضا یہ ہے کہ حاکمیت صرف اور صرف اللہ تعالی کے لیے خاص ہو۔ جمہوریت اور اشتراکیت جو بھی نظام ہو فساد کی جڑ حاکمیت کو کسی خاندان یا کسی گروہ کے ہاتھ میں دے دینا ہے۔ خلافت اللہ تعالی کی حاکمیت کا منطقی نتیجہ ہے۔

☆ جیسے حاکمیت کے باب میں حاکمیت کے بجائے خلافت ہے ویسے ہی ملکیت کے ضمن میں ملکیت کے بجائے امانت ہے۔ جو کچھ انسان کے پاس ہے اس کے حصول پر بھی قدغنیں ہوں گی۔ ناجائز طریقے سے حاصل کرلے گا تو ضبط کر لیا جائے گا۔

☆ تصور خلافت کی عملی تنفیذ سیرت طیبہ کی روشنی میں چھ مراحل پر مشتمل ہے جس میں دعوت، تنظیم، تربیت، صبر محض، راست اقدام اور مسلح تصادم بالترتیب شامل ہیں۔

☆ خلیفہ کا انتخاب براہ راست عوام کرے گی، خلافت راشدہ کے نظام کے قریب ترین صدارتی نظام ہے۔ اور اسے وسیع اختیارات حاصل ہوں گے۔

☆ نظام خلافت کے قیام کے لیے مسلح جہد وجہد جائز نہیں بلکہ تمدنی ارتقاء کے مظاہر جیسے احتجاج اور مظاہرے وغیرہ کے طریقے استعمال کیے جائیں گے۔

☆ ایک جدید اسلامی خلافت چاہے وہ نیشن سٹیٹ کے دائرے میں ہو یا اسلامی ممالک کی کنفیڈریشن کی صورت میں ہو، اسکی ہیت ترکیبی کے اجزاء مولانا ابوالکلام آزاد اور ڈاکٹر اسرار احمد کے افکار میں موجود ہیں۔

حوالہ جات

---

[1] راغب اصفہانی، حسین بن محمد. (۱۳۸۰ھ). المفردات فی غریب القرآن فی اللغتہ والادب والتفسیر وعلوم القرآن. کراچی: نور محمد کارخانہ تجارت کتب، ص۱۵۵

[2] ابن خلدون، عبدالرحمن بن محمد. (۱۴۱۷ھ). مقدمہ ابن خلدون. بیروت: دار الکتاب العربی، ص۱۸۵

[3] سورۃ النور، ۲۴ :۵۵

[4] سورۃ الاعراف، ۷ : ۱۲۹،۱۲۸

[5] سورۃ الانعام،٦ : ۱۳۳

[6] سورۃ الحج،۲۲ : ۴۱

[7] سورۃ النساء،۴ : ۵۹

[8] البخاری، ابو عبداللہ محمد بن اسمعیل. (۲۰۰۰). الجامع الصحیح. الریاض: دار السلام، رقم الحدیث: ۴۵۸۴

[9] ایضاً، رقم: ۷۰۵۳

[10] ایضاً، رقم: ۷۱۴۴

[11] ایضاً ً، رقم: ۲۹۵۷

[12] ایضاً، رقم : ٦٩٣

[13] آزاد، ابوالکلام. (٢٠٠٦). مسئلہ خلافت. لاہور: مکتبہ جمال، ص ٢٠

[14] ایضاً، ص: ٣٠

[15] سورۃ الشوری، ٤٢ : ٣٨

[16] مسئلہ خلافت، ص: ٥٧

[17] ایضاً، ص: ٥٨

[18] ایضاً، ص: ١٠٢

[19] ایضاً، ص: ١٠٥

[20] البقرۃ، ٢ : ١٩١

[21] النيسابوري، مسلم بن الحجاج- (٢٠٠٠)-المسند الصحيح المختصر بنقل العدل عن العدل إلى رسول الله ﷺ ـ بيروت، دار إحياء التراث العربي: رقم الحديث : ١٨٥٢

[22] سورۃ الحجرات، ٤٩ : ٩

[23] مسئلہ خلافت، ص: ٧٠

[24] احمد، ڈاکٹر اسرار. (٢٠١٥). منہج انقلابِ نبوی ﷺ . لاہور: شعبہ دعوت تنظیم اسلامی گڑھی شاہو۔ ص: ٢٨

[25] سورۃ الانعام، ٦: ٥٧

[26] منہج انقلابِ نبوی ﷺ، ص: ٣١

[27] احمد، ڈاکٹر اسرار۔ (٢١تا٢٧ جنوری ١٩٩٢)۔ خلافت کا نظام قائم ہو کر رہے گا۔ لاہور: (ہفت روزہ) ندائے خلافت: ص ١٥

[28] منہج انقلابِ نبوی ﷺ، ص: ٢١

[29] احمد، ڈاکٹر اسرار۔ (٢٠١٣)۔ خلافت کی حقیقت اور عصر حاضر میں اس کا نظام۔ لاہور: مکتبہ خدام القرآن، ص: ١٠٠-٩٨

[30] احمد، ڈاکٹر اسرار۔ (٨ اگست ١٩٩١)۔ جمہوریت نہیں خلافت۔ (ماہنامہ) میثاق۔ لاہور: ص: ٣٧

[31] احمد، ڈاکٹر اسرار. (٢٠٠٩). پاکستان میں نظامِ خلافت کیا، کیوں اور کیسے. لاہور: تحریک خلافت پاکستان، ص: ٢٩

[32] رافعۃ الجبین۔ (٢٠١٦)۔ ڈاکٹر اسرار احمد شخصیت اور دینی خدمات۔ لاہور: مرکزی انجمن خدام القرآن: ص: ٢٨٠

[33] ایضاً، ص: ٢٨٢

[34] ایضاً، ص: ١٨٣